[1999] سپریم کورٹ رپوٹس 2.S.C.R
از عدالت عظمی
شیو کمار
بنام
ہکام چند و دیگر
30 اگست 1999

[ایس پی کردوکر، کے ٹی تھامس اور این سنتوش ہیگڑے، جسٹسز]

ضابطہ فوجداری، 1973 – دفعات 225، 301 اور 302 – نجی وکلاء کے ذریعہ قانونی چارہ جوئی – چاہے جائز ہو – اپیل کنندہ نے مقدمے کی سماعت کرنے کے لیے اپنے وکیل سے اجازت کے لیے درخواست کی – سرکاری وکیل کی رضامندی حاصل کی – منعقد، نجی وکلاء مجسٹریٹ کے سامنے قانونی چارہ جوئی نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ سرکاری وکیل کی رضامندی سے بھی۔

ضابطہ فوجداری، 1973 – دفعات 24 اور 225 – سرکاری وکیل – کا کردار

اپیل کنندہ نے اپنی بہن کی شادی مدعا علیہ نمبر 1 کے بیٹے سے کی۔ اپیل کنندہ کی بہن شادی کے چار ماہ بعد جلنے کے زخموں سے مر گئی اور اپیل کنندہ کی شکایت پر مدعا علیہ نمبر 1 کے خلاف دفعات 302 اور 120 – بی آئی پی سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ تحقیقات مکمل ہونے کے بعد، پولیس نے مدعا علیہ نمبر 1 کے خلاف آئی پی سی کی دفعات 304 – بی کے تحت جرم کرنے کے لیے فرد جرم دائر کی۔

مقدمے کی سماعت کے دوران، اپیل کنندہ نے سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت اپنے وکیل کو مقدمے کی سماعت کرنے کی اجازت دینے کے لیے سیشن عدالت میں درخواست دی۔ مذکورہ درخواست کی سرکاری وکیل نے بھی توثیق کی تھی۔

سیشن عدالت نے اپیل کنندہ کی درخواست منظور کر لی۔ عدالت عالیہ کے سامنے مدعا علیہ نمبر 1 کی طرف سے دائر کردہ نظر ثانی کی اجازت دی گئی اور سیشن کورٹ کے حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ لہذا، اپیل کنندہ نے موجودہ اپیل دائر کی۔

اپیل مسترد کرتے ہوئے عدالت نے

منعقد 1.1: ضابطہ فوجداری، 1973 کی اسکیم سے قانون سازی کا ارادہ واضح طور پر واضح ہے کہ سیشن عدالت میں استغاثہ سرکاری وکیل کے علاوہ کوئی اور نہیں چلا سکتا۔ [86 – ای]

1.2۔ یہ محض ایک مجموعی نگرانی نہیں ہے جس کی سرکاری وکیل سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسے معاملات میں انجام دے جب نجی طور پر

مصروف وکیل کو اس کی طرف سے کام کرنے کی اجازت ہو۔ ایسی صورت حال میں ایک نجی وکیل جو کردار ادا کرسکتا ہے، شاید اس کا موازنہ عدالت میں اپنے سینئر کا مقدمہ چلانے والے جونیئر ایڈوکیٹ سے کیا جاسکتا ہے۔ نجی وکیل کو سرکاری وکیل کی جانب سے کام کرنا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نجی فریق کے ذریعے کیس میں مصروف ہے۔ اگر سرکاری وکیل کے کردار کو محض نگران کردار تک محدود کرنے کی اجازت دی جاتی ہے تو مقدمے کی سماعت نجی فریق اور ملزم کے درمیان لڑائی بن جائے گی جو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 225 میں قانون سازی کے مینڈیٹ کو ایک مردہ خط بنا دے گی۔ [87–اے–بی]

2.1۔ ایک سرکاری وکیل سے توقع نہیں کی جاتی ہے کہ وہ مقدمے میں شامل حقیقی حقائق سے قطع نظر کسی نہ کسی طرح ملزم کی سزا میں مقدمے تک پہنچنے کی پیاس دکھائے۔ استغاثہ چلاتے وقت سرکاری وکیل کا متوقع رویہ نہ صرف عدالت اور تفتیشی ایجنسیوں کے ساتھ بلکہ ملزم کے ساتھ بھی منصفانہ ہونا چاہیے۔ اگر کوئی ملزم مقدمے کے دوران کسی جائز فائدے کا حقدار ہے تو سرکاری وکیل کو اسے روکنا/چھپانا نہیں چاہیے۔ اس کے برعکس، یہ سرکاری وکیل کا فرض ہے کہ وہ اسے فورس کے حوالے کرے اور ملزم کو دستیاب کرائے۔ یہاں تک کہ اگر دفاعی وکیل نے اسے نظر انداز کر دیا، سرکاری وکیل اضافی ذمہ داری ہے کہ اگر اس کے علم میں آئے تو اسے عدالت کے نوٹس میں لایا جائے۔ [86–ایف–جی]

2.2۔ ایک نجی وکیل، اگر استغاثہ چلانے کے لیے آزاد ہاتھ کی اجازت دی جائے تو وہ مقدمے کو سزا دلانے پر توجہ مرکوز کرے گا چاہے وہ اس طرح سے سزا پانے کے لیے موزوں کیس نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ نے ان پر کڑھائی لگائی اور ان کے کردار کو سرکاری وکیل کی طرف سے دی گئی ہدایات پر سختی سے عمل کیا۔ [86–ایچ]

ملکہ–امپریس بنام درگا، آئی ایل آر (1894) آل 84؛ میڈ یچیٹی رامکستیا اور دیگر بنام ریاست آندھرا پردیش، اے آئی آر (1959) اے پی 659 اور دوبارہ: بھوپلی ملیہ اور دیگرا اے آئی آر (1959) اے پی 477 پر انحصار کیا۔

3۔ مجسٹریٹ کی عدالت میں کوئی بھی (انسپکٹر کے عہدے سے نیچے کے پولیس افسر کے علاوہ) مقدمہ چلا سکتا ہے، اگر مجسٹریٹ اسے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ایک بار اجازت ملنے کے بعد متعلقہ شخص مجسٹریٹ کی عدالت میں اپنی طرف سے مقدمہ چلانے کے لیے کوئی بھی وکیل مقرر کرسکتا ہے۔ [85–ایف]

فوجداری اپیل کا عدالتی حد اختیار 1998: کی فوجداری اپیل نمبر 1048۔

فوجداری ترمیم میں پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے 28.11.96 کے فیصلے اور حکم سے۔ 1996 کا نمبر 739۔

اپیل کنندہ کی طرف سے بی ایس مور، ایم ایس دہیا اور محترمہ کسم سنگھ۔

جواب دہندگان کے لیے سی ایس اشری اور مہابیر سنگھ

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

تھامس، جسٹس ۔ سیشن ٹرائلز (ہندوستان میں) میں ملزم افراد کے تحفظ کے لیے بھی یہ التزام کیا گیا ہے کہ اس کے خلاف مقدمہ صرف ایک سرکاری وکیل کے ذریعے چلایا جائے نہ کہ متاثرہ نجی فریق کے ذریعے لگائے گئے کسی وکیل کے ذریعے۔ استغاثہ کا سامنا کرنے والے ملزم کے ساتھ انصاف اس معاملے پر قانون سازی کے اصرار کے خلاف ہے۔

اس معاملے میں، اپیل کنندہ ناراض ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مقرر کردہ وکیل کو عدالت عالیہ نے متعلقہ سرکاری وکیل سے رضامندی حاصل کرنے کے باوجود مقدمہ چلانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ سیشن ٹرائل میں پہلا مدعا علیہ ملزم تھا جس میں اپیل کنندہ چاہتا تھا کہ اس کے وکیل کا فعال کردار ادا کیا جائے۔ اپیل کنندہ اور مدعا علیہ ایک ہی اسٹیشن پر مشق کرنے والے وکیل ہیں۔ اپیل کنندہ کی شکایت مندرجہ ذیل حقائق کی صورت حال میں پیدا ہوئی :

اپیل کنندہ پانچ بہنوں کا بھائی ہے، اور ان میں سب سے چھوٹی سمن نے قابل اعتبار تعلیمی اعزازات حاصل کیے تھے۔ اس کی شادی ڈاکٹر دنیش کمار گپتا (مدعا علیہ کے بیٹے) سے ہوئی تھی۔ لیکن اپنی شادی کے تقریبا 4 ماہ بعد اسے جلنے سے ایک المناک موت کا سامنا کرنا پڑا۔ اپیل کنندہ کی شکایت پر مقامی پولیس نے مدعا علیہ کے خلاف تعزیرات ہند (آئی پی سی) کی دفعہ 302 اور 120–بی کے تحت ایف آئی آر درج کی تھی۔ لیکن تفتیش مکمل ہونے کے بعد اس کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ 304–بی کے تحت جرم کے لیے فرد جرم لگائی گئی۔

اپیل کنندہ نے اپنی طرف سے وکیل شری آر سی گگنانی کو مقدمے کی سماعت کے دوران سیشن عدالت میں ان کی طرف سے پیش ہونے کے لیے مقرر کیا۔ 1.7.1996 پر جب اپیل کنندہ سے استغاثہ کے گواہ کے طور پر پوچھ گچھ کی جانی تھی، تو وکیل شری آر سی گگنانی نے اس گواہ کا چیف معائنہ کرنے کی کوشش کی۔ ملزم کے وکیل نے اس بنیاد پر اعتراض کیا کہ ایک نجی وکیل سیشن ٹرائل میں استغاثہ نہیں چلا سکتا۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے اسی دن ایک درخواست پیش کی، جس کا متعلقہ حصہ اس طرح ہے :

" کہ سرکاری وکیل کو کوئی اعتراض نہیں ہے اگر معاملہ وکیل شری آر سی گگنانی کے ذریعے چلایا جاتا ہے۔ کہ اس معزز عدالت کی طرف سے اپنائے جانے والے مروجہ عمل کے مطابق اور دفعہ 301(2) فوجداری پی سی توضیعات کے مطابق میرے وکیل کو سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت مقدمہ چلانے کا حق حاصل ہے۔ لہذا، یہ دعا کی جاتی ہے کہ اوپر بیان کردہ حقائق کے پیش نظر، براہ کرم سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت مقدمہ چلانے کے لیے سائل کو ضروری اجازت دی جائے۔"

ایسا لگتا ہے کہ ٹرائل کورٹ میں سرکاری وکیل نے مذکورہ درخواست کی توثیق کی۔ ٹرائل کورٹ نے اس پر ایک حکم جاری کیا، جس کا مادی حصہ درج ذیل ہے :

" میں درخواست قبول کرتا ہوں اور مستغیث کے وکیل شری آر سی گگنانی کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ اسی مقدمے کو چلاتے ہوئے سرکاری وکیل کی نگرانی، رہنمائی اور کنٹرول میں کام کریں اور سرکاری وکیل کارروائی پر اپنے پاس کنٹرول برقرار رکھے گا۔"

ملزم شکایت کنندہ کے وکیل کے ذریعے اپنے کیس پر مقدمہ چلانے کے لیے تیار نہیں تھا اور اس لیے اس نے نظر ثانی کے لیے عدالت عالیہ سے رجوع کیا۔ عدالت عالیہ کا متنازعہ حکم واحد جج نے منظور کیا تھا۔ مذکورہ حکم کا عملی حصہ اس طرح پڑھتا ہے :

" میں اس نظر ثانی کی اجازت دیتا ہوں اور ہدایت دیتا ہوں کہ اس معاملے میں مستغیث یا نجی شخص کی طرف سے مقرر کردہ وکیل سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت کام کرے گا اور مقدمے میں ثبوت بند ہونے کے بعد عدالت کی اجازت سے تحریری دلائل پیش کر سکتا ہے۔ میں مزید ہدایت دیتا ہوں کہ مقدمے کا انچارج سرکاری وکیل استغاثہ چلائے گا۔ نظر ثانی کی درخواست کو اسی کے مطابق نمٹا دیا جاتا ہے۔"

اپیل کنندہ کے ماہر وکیل نے ہمیں بتایا کہ مقدمے کی سماعت ابھی ختم ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے اس معاملے پر غور کرنے کی التجا کی کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس عدالت کا اس پر فیصلہ مستقبل کی رہنمائی کے لیے بھی ضروری ہے۔ انہوں نے دعوی کیا کہ ضابطہ فوجداری (مختصر طور پر ضابطہ اخلاق) کی دفعہ 302(2) کی اس طرح تشریح کی جانی چاہیے کہ ایک متاثرہ نجی شخص کے وکیل کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ استغاثہ کو بہترین طریقے سے انجام دے سکے جو وہ مناسب سمجھے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 301 اس طرح پڑھتی ہے :

" 301 سرکاری وکیلاء کی طرف سے پیشی –(1) کسی مقدمے کا انچارج سرکاری وکیل یا اسسٹنٹ سرکاری وکیل کسی بھی عدالت کے سامنے بغیر کسی تحریری اختیار کے پیش ہو سکتا ہے اور استدعا کر سکتا ہے جس میں وہ مقدمہ تحقیقات، مقدمے کی سماعت یا اپیل کے تحت ہے۔

(2) اگر ایسے کسی معاملے میں کوئی نجی شخص کسی وکیل کو کسی عدالت میں کسی شخص کے خلاف مقدمہ چلانے کی ہدایت دیتا ہے، تو مقدمے کا انچارج سرکاری وکیل یا اسسٹنٹ سرکاری وکیل استغاثہ کا انعقاد کرے گا، اور اس طرح کی ہدایت والا وکیل سرکاری وکیل یا اسسٹنٹ سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت کام کرے گا، اور عدالت کی اجازت سے، مقدمے میں ثبوت بند ہونے کے بعد تحریری دلائل پیش کر سکتا ہے۔

اس تناظر میں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 303 کی بھی کچھ اہمیت ہے اور اس لیے اسے بھی ذیل میں اخذ کیا گیا ہے:

" 302 استغاثہ چلانے کی اجازت –(1) کسی معاملے کی تفتیش یا مقدمہ چلانے والا کوئی مجسٹریٹ انسپکٹر کے عہدے سے نیچے کے پولیس افسر کے علاوہ کسی اور شخص کے ذریعے مقدمہ چلانے کی اجازت دے سکتا ہے؛ لیکن ایڈووکیٹ جنرل یا گورنمنٹ ایڈووکیٹ یا سرکاری وکیل یا اسسٹنٹ سرکاری وکیل کے علاوہ کوئی بھی شخص اس طرح کی اجازت کے بغیر ایسا کرنے کا حقدار نہیں ہوگا:

بشرطیکہ کسی بھی پولیس افسر کو استغاثہ چلانے کی اجازت نہیں ہوگی اگر اس نے اس جرم کی تحقیقات میں حصہ لیا ہے جس کے سلسلے میں ملزم پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

(2) استغاثہ چلانے والا کوئی بھی شخص ذاتی طور پر یا کسی وکیل کے ذریعے ایسا کرسکتا ہے۔"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مؤخر الذکر کا مقصد صرف مجسٹریٹ عدالتوں کے لیے ہے۔ یہ مجسٹریٹ کو کسی بھی شخص کو مقدمہ چلانے کی اجازت دیتا ہے۔ واحد شرط یہ ہے کہ مجسٹریٹ انسپکٹر کے عہدے سے نیچے کے پولیس افسر کو ایسی اجازت نہیں دے سکتا۔ ایسے شخص کو سرکاری وکیل ہونا ضروری نہیں ہے۔

مجسٹریٹ کی عدالت میں کوئی بھی (انسپکٹر کے عہدے سے نیچے کے پولیس افسر کے علاوہ) مقدمہ چلا سکتا ہے، اگر مجسٹریٹ اسے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ایک بار اجازت ملنے کے بعد متعلقہ شخص مجسٹریٹ کی عدالت میں اپنی طرف سے مقدمہ چلانے کے لیے کوئی بھی وکیل مقرر کرسکتا ہے۔

لیکن مذکورہ بالا لاپرواہی دیگر عدالتوں تک نہیں پھیلی ہے۔ اس تناظر میں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 225 کا حوالہ ضروری ہے۔ اس کا متن اس طرح ہے :

" 225 مقدمہ سرکاری وکیل کے ذریعے چلایا جائے گا۔— سیشن عدالت کے سامنے ہر مقدمے کی سماعت سرکاری وکیل کے ذریعے کی جائے گی۔"

پرانے مجموعِ ضابطہ فوجداری (1898) میں اس کی دفعہ 270 میں ایک جیسی شق موجود تھی۔ سرکاری وکیل کا مطلب دفعہ 24 کے تحت مقرر کردہ کوئی بھی شخص ہے اور اس میں سرکاری وکیل کی ہدایات کے تحت کام کرنے والا کوئی بھی شخص شامل ہے،" (کوڈ کے دفعہ 2 (یو) کے مطابق)۔

مذکورہ بالا توضیعات پس منظر میں ہمیں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 301 کے مقصد کو سمجھنا ہوگا۔ ضابطے میں اس کے بعد کے التزام کے برعکس، جس کا اطلاق مجسٹریٹ عدالتوں تک محدود ہے، یہ خاص سیکشن فوجداری دائرہ اختیار کی تمام عدالتوں پر لاگو ہوتا ہے۔ اس فرق کو دفعہ 301 میں "کسی بھی عدالت" کے الفاظ کے استعمال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ مجسٹریٹ عدالتوں کے لیے آنے والے سیکشن میں کی گئی شق کے پیش نظر سیکشن 301 (2) میں موجود اصرار کو بغیر کسی رعایت کے دیگر تمام عدالتوں پر لاگو سمجھا جانا چاہیے۔ پہلا ذیلی سیکشن سرکاری وکیل کو بغیر کسی تحریری اختیار کے عدالت میں استدعا کرنے کا اختیار دیتا ہے، بشرطیکہ وہ کیس کا انچارج ہو۔ دوسری ذیلی دفعہ، جسے اپیل کنندہ کے ذریعے طلب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، کسی بھی نجی فریق کے ذریعے مقرر کردہ وکیل پر پابندی عائد کرتی ہے۔ یہ "پبلک پراسیکیوٹر کی ہدایات کے تحت" اس طرح کے مقدمے کی سماعت کے دوران عدالت میں کام کرنے کے لیے اس کے کردار کو محدود کرتا ہے۔ واحد دوسری آزادی جس کا وہ ممکنہ طور پر استعمال کرسکتا ہے وہ مقدمے میں ثبوت بند ہونے کے بعد تحریری دلائل پیش کرنا

ہے،لیکن وہ بھی تب ہی کیا جاسکتا ہے جب عدالت اسے ایسا کرنے کی اجازت دے۔

ضابطہ اخلاق کی اسکیم سے قانون سازی کا ارادہ واضح طور پر واضح ہے کہ سیشن عدالت میں استغاثہ سرکاری وکیل کے علاوہ کوئی اور نہیں چلا سکتا۔مقننہ ریاست کو یاد دلاتا ہے کہ پالیسی کو سیشن عدالت میں ملزم کے مقدمے میں انصاف پسندی کے ساتھ سختی سے مطابقت رکھنی چاہیے۔ایک سرکاری وکیل سے توقع نہیں کی جاتی ہے کہ وہ مقدمے میں شامل حقیقی حقائق سے قطع نظر کسی نہ کسی طرح ملزم کی سزا میں کیس تک پہنچنے کی پیاس دکھائے۔استغاثہ چلاتے وقت سرکاری وکیل کا متوقع رویہ نہ صرف عدالت اور تفتیشی ایجنسیوں بلکہ ملزم کے لیے بھی منصفانہ ہونا چاہیے۔اگر کوئی ملزم مقدمے کے دوران کسی جائز فائدے کا حقدار ہے تو سرکاری وکیل کو اسے روکنا/چھپانا نہیں چاہیے۔اس کے برعکس، یہ سرکاری وکیل کا فرض ہے کہ وہ اسے فورس کے حوالے کرے اور ملزم کو دستیاب کرائے۔یہاں تک کہ اگر دفاعی وکیل نے اسے نظر انداز کر دیا،سرکاری وکیل کی اضافی ذمہ داری ہے کہ اگر اس کے علم میں آئے تو اسے عدالت کے نوٹس میں لایا جائے۔ایک نجی وکیل، اگر استغاثہ چلانے کے لیے آزادانہ اجازت دی جائے تو وہ مقدمے کو سزا دلانے پر توجہ مرکوز کرے گا چاہے وہ اس طرح سے سزا پانے کے لیے موزوں مقدمہ نہ ہو۔یہی وجہ ہے کہ پارلیمنٹ نے ان پر کڑھائی لگائی اور ان کے کردار کو سرکاری وکیل کی طرف سے دی گئی ہدایات پر سختی سے عمل کیا۔

یہ محض ایک مجموعی نگرانی نہیں ہے جس کی سرکاری وکیل سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ایسے معاملات میں انجام دے جب نجی طور پر مصروف وکیل کو اس کی طرف سے کام کرنے کی اجازت ہو۔ایسی صورت حال میں ایک نجی وکیل جو کردار ادا کرسکتا ہے،شاید اس کا موازنہ عدالت میں اپنے سینئر کا مقدمہ چلانے والے جونیئر وکیل سے کیا جاسکتا ہے۔نجی وکیل کو سرکاری وکیل کی جانب سے کام کرنا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک نجی فریق کے ذریعے کیس میں مصروف ہے۔اگر سرکاری وکیل کے کردار کو محض نگران کردار تک محدود کرنے کی اجازت دی جاتی ہے تو مقدمے کی سماعت نجی فریق اور ملزم کے درمیان لڑائی بن جائے گی جو ضابطہ اخلاق کی دفعہ 225 میں قانون سازی کے مینڈیٹ کو ایک مردہ خط بنا دے گی۔

کوئین امپریس بنام درگا،(آئی ایل آر 1894 الہ آباد 84) میں الہ آباد عدالت عالیہ کی فل بنچ کے ابتدائی فیصلے نے سرکاری وکیل کے کردار کو اس طرح واضح کیا ہے :

" یہ سرکاری وکیل کا فرض ہے کہ وہ کراؤن کے لیے مقدمے کو منصفانہ طریقے سے چلائے۔اس کا مقصد غیر منصفانہ سزا حاصل کرنا نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ولی عہد کی نمائندگی کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہیے کہ انصاف کی توثیق ہو:اور، ان گواہوں کے بارے میں اپنی صوابدید کا استعمال کرتے ہوئے جنہیں اسے فون کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے، اسے اسے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ہماری رائے میں، ایک سرکاری وکیل کو کراؤن کے گواہ کے طور پر کیلنڈر میں واپس کیے گئے سچے گواہ کو کال کرنے یا جرح کے لیے گواہ خانے میں ڈالنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، صرف اس وجہ سے کہ اس طرح کے گواہ کا ثبوت کچھ معاملات میں دفاع کے لیے سازگار ہوسکتا ہے۔اگر کسی سرکاری وکیل کی رائے ہے کہ کوئی گواہ جھوٹا گواہ ہے یا گواہ خانے میں ڈالنے پر جھوٹی گواہی دینے کا امکان ہے، تو وہ ہماری رائے میں اس گواہ کو بلانے یا اسے جرح کے لیے مدعو کرنے کا پابند نہیں ہے۔"

جیسا کہ ہم میڈ تیچیٹی رامکستیا اور دیگر بنام ریاست آندھرا پردیش، اے آئی آر (1959) اے پی 659 میں آندھرا پردیش عدالت عالیہ کے دونفری بینچ کے مشاہدے سے مکمل قرارداد ہیں، ہم مذکورہ مشاہدے کو نکالنا مناسب سمجھتے ہیں :

"ایک استغاثہ، ایک واقف جملے کا استعمال کرنے کے لیے، ظلم وستم نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اصول کہ سرکاری وکیل کو ملزم کے ساتھ مخلصانہ طور پر منصفانہ ہونا چاہیے اور اپنے مقدمے کو علیحدگی کے ساتھ اور سزا حاصل کرنے کے لیے کوئی پریشانی پیدا کیے بغیر پیش کرنا چاہیے، اعلی پالیسی پر مبنی ہے اور اس طرح کی عدالتوں کو اس کی دیانت داری پر کوئی اثر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی کہ مقدمہ ملزم کے لیے اتنا ہی منصفانہ ہوگا جتنا کہ فوجداری مقدمہ ہونا چاہیے۔ ریاست اور اس کے لیے کام کرنے والے سرکاری وکیل سے صرف یہ مانا جاتا ہے کہ وہ مقدمے کے تمام حقائق عدالت کے سامنے رکھے تاکہ اس پر اپنا فیصلہ حاصل کیا جا سکے اور کسی بھی طرح سے منصفانہ یا غلط سزا حاصل نہ کی جا سکے۔ لہذا، یہ صحیح اور مناسب ہے کہ عدالتوں کو یہ دیکھنے کے لیے پرجوش ہونا چاہیے کہ کسی مجرم کا مقدمہ مکمل طور پر کسی نجی فریق کی ہدایت پر کسی پیشہ ور شریف آدمی کے حوالے نہ کیا جائے۔"

اسی عدالت عالیہ کے ایک اور ڈویژن بنچ نے ری بھوپلی ملیہ اینڈ ادرز اے آئی آر (1959) اے پی 477 میں دراصل سرکاری وکیل کے پیچھے بیٹھنے اور نجی وکیل کو مقدمہ چلانے کی اجازت دینے کے عمل کو درج ذیل شرائط میں مسترد کر دیا تھا :

"ہم یہ بہت واضح کرنا چاہیں گے کہ یہ انتہائی ناپسندیدہ اور بالکل نامناسب ہے کہ ایک سرکاری وکیل کو پیچھے بیٹھنے کی اجازت دی جائے، کیس کا طرز عمل ایک وکیل کے حوالے کیا جائے، چاہے وہ کتنا ہی ممتاز کیوں نہ ہو، مستغیث نے کیس میں بتایا۔"

میڈ تیچیٹی راما کیستیا (حوالہ بالا) میں ڈویژن بینچ کے لیے جسٹس بھیما سنکرم کا مشاہدہ بھی اتنا ہی طاقتور ہے جو یہاں حوالہ دینے کے لائق ہے :

"لہذا، جب تک کہ سرکاری وکیل کا کنٹرول نہ ہو، کسی نجی فریق کے لیے وکیل کے ذریعے استغاثہ نجی انتقام لینے کے لیے قانونی ذرائع میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ عدالت کے تعین کے لیے مقدمے کے حقائق کی منصفانہ اور غیر جذباتی پیش کش ہونے کے بجائے استغاثہ کو دو فریقوں کے درمیان لڑائی میں تبدیل کر دیا جائے گا جس میں ایک فریق دوسرے سے بہتر ہونے کی کوشش کر رہا تھا، جو بھی دستیاب ہو۔ یہ سچ ہے کہ ہر معاملے میں کسی بھی فریق کے ذریعے کیس کے انعقاد کے حوالے سے عدالت کا مجموعی کنٹرول ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو یقینی بنانے کی حد تک نہیں بڑھا سکتا کہ تمام معاملات میں ایک فریق دوسرے کے ساتھ منصفانہ ہو۔"

لہذا ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ عدالت عالیہ نے متنازعہ حکم میں اس مسئلے سے صحیح طریقے سے رجوع کیا ہے اور یہ کسی مداخلت کی ضمانت نہیں دیتا ہے۔ اس لیے ہم اس مجرمانہ اپیل کو مسترد کرتے ہیں۔

بی کے ایم

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.10.09 17:20
I am the author of this
document